# مرثیہ

(بند ۱۱۱)

۱۳۷۹ھ - ۱۹۵۹ء

علامہ سید کلب احمد ماتی جائسی

راہ رضا ہے مسلک سلطان کربلا
قربانیوں سے جن کی بڑھی شان کربلا
کافی ہے اسقدر پئے عرفان کربلا
دین خدا ہے مورد احسان کربلا
مشکل میں آڑے آگئی عترت رسولؐ کی
برباد ہونے دی نہ ریاضت رسولؐ کی

جاری ہے بدوِ خَلق سے یہ سنت اللہ
چھا جاتی ہے زمانے پہ جب ظلمتِ گناہ
آفاق جب فجور سے ہو جاتے ہیں سیاہ
ہوتے ہیں تب طلوع ہدایت کے مہر و ماہ
آتا ہے کوئی مصلح و ہادی جہان میں
ہوتا ہے خلق حق کا منادی جہان میں

قبل رسولؐ تھیں جو عرب میں جہالتیں
عالم پہ آشکار ہیں وہ ساری حالتیں
کفر ونفاق و بغض و عناد اور ضلالتیں
خالق سے انحراف بتوں کی کفالتیں
انسانیت ہو شعلہ بجاں وہ فساد تھا
ہر رسم بد پہ دیں کی طرح اعتقاد تھا

دختر کشی و کینہ کشی، خود پرستیاں
فسق و فجور، ظلم و حسد، چیرہ دستیاں
فرضی بلندیوں کی بناؤں میں پستیاں
قوت پہ ناز بادۂ نخوت کی مستیاں
اس طرح بات بات پہ بے پیش وپس لڑیں
ندّی بہائیں خون کی سو سو برس لڑیں

حد سے سوا یہ جہل کی ظلمت جو بڑھ گئی
اصلاح خلق کے لئے پیدا ہوئے نبیؐ
مدّت کے بعد اگر چہ ہوئی بعثت آپ کی
شان کمال آدمیت ابتدا سے تھی
معمور ذکر خیر سے سارا عرب ہوا
مشہور امین ہوگئے صادق لقب ہوا

چالیس سال کے تھے شہِ آسماں جناب
تبلیغ حق کا درگہ حق سے ہوا خطاب
طالع ہوا سمائے رسالت کا آفتاب
اب اک رفیق کار بھی تھا یعنی بوتراب
اجرائے کار دعوت اسلام ہو گیا
فیضِ ہدایت نبوی عام ہو گیا

لیکن عرب تھے جاہل و نااہل اس قدر
ہوتا تھا حرف حق کا دلوں پر نہ کچھ اثر
از بسکہ کج نہاد تھے یہ بانیان شر
تلقین راستی رہی بے نفع و بے اثر
پند رسولؐ پر نہ تفکر نہ غور تھا
ایثار رہنما کا صلہ ظلم و جور تھا

ممکن نہیں ہے شرح، کہ تفصیل ہے دراز
زحمت تھی ہر نفس پئے سلطان سرفراز
ایجاد جور نو پہ تھا اہل جفا کو ناز
رہتا تھا اک نہ اک درِ بدعت ہمیشہ باز
لیکن رسول پاکؐ کے ابرو پہ بل نہ تھا
کوئی سوائے کار ہدایت عمل نہ تھا

حیدرؑ تو پہلے ہی تھے مطیع شہ ہدا
جیسے ہی کی رسولؐ نے تبلیغ کی بنا
لبیک کہہ کے دین کا اعلان کر دیا
بازو نبیؐ کا سابق الایماں بھی ہو گیا
کھل کر معینِ کار ہدایت علیؑ ہوئے
اس کا صلہ یہ تھا کہ وصی نبیؐ ہوئے

پھر بعض اور داخل اسلام ہو گئے
لیکن ہوئے نہ ختم جفاؤں کے سلسلے
اس درجہ اہل کفر کے ظلم و ستم بڑھے
در پے ہوئے جناب پیمبرؐ کے قتل کے
تب حکمِ ہجرت آیا شہ کائنات کو
کعبہ کو چھوڑا قبلۂ عالم نے رات کو

مشہور روزگار ہے ہجرت کا واقعا
پردے میں رات کے رخ عالم جو چھپ گیا
حکم رسولؐ، حیدر صفدرؑ کو یہ ہوا
تم میرے فرش خاک پہ سو جاؤ مرتضیٰؑ
یہ عینِ مصلحت ہے اسی میں فلاح ہے
جو مرضیٔ خدا ہے وہ میری صلاح ہے

القصہ فرش خواب نبیؐ پر گئے علیؑ
راحت سے سوئے اوڑھے ہوئے چادرِ نبیؐ
چو گرد اہل کفر کی تیغیں کھنچی ہوئی
آخر سحر طلوع ہوئی اور شب گئی
انگڑائی لے کے شیر خدا بے دھڑک اٹھے
نورِ جبین و رخ سے دو عالم چمک اٹھے

کفار دوڑ دوڑ کے آئے قریب تر
حیدرؑ سے مصطفیٰؐ کی لگے پوچھنے خبر
تب یہ جواب شہ نے دیا ان کو مختصر
کیا کچھ مرے سپرد تھے سلطان بحر و بر
ڈھونڈھو جہاں رسولؐ خدا کا پتا ملے
ایسا سوال ہو تو جواب اور کیا ملے

قتل علیؑ کا کرنے لگے تب وہ مشورا
گو دست شہ میں قبضۂ شمشیر بھی نہ تھا
طاری مگر تھا رعبِ شہنشاہ لافتا
تلوار اٹھانے کی کوئی جرأت نہ کر سکا
انجام کار سارے بد آئیں چلے گئے
ہاتھوں کو ملتے کافرِ بیدیں چلے گئے

جن کی امانتیں تھیں رسولؐ خدا کے پاس
واپس جب ان کو کر چکے حیدرؑ فلک اساس
لے کر مخدرات کو بے خوف و بے ہراس
فوراً رواں ہوئے طرفِ شاہ حق شناس
کچھ غم نہ بیکسی کا نہ اعدا کا ڈر ہوا
ہمراہِ اہلبیتؑ سفر بے خطر ہوا
تھے منتظر علیؑ کے، یہاں شاہِ خاص و عام
اس واسطے مدینہ کے باہر ہی تھا قیام
جب آئے جھیلتے ہوئے کڑیاں شہِ انام
حاصل ہوئی نبیؐ کی حضوری بہ احترام
تھے گرد میں اٹے ہوئے کپڑے امامؑ کے
پاؤں پہ تھا ورم شہِ عالی مقام کے
پھر داخل مدینہ ہوئے قبلۂ انام
ہمراہ، مسلمین کا مجمع بھی تھا تمام
وہ شان وہ حرم کی سواری کا اہتمام
گھر گھر وہ میہمانئ سرور کا انتظام
حاضر تھے لوگ آئے ہوئے دور دور سے
چہرے شگفتہ، لب متبسم سرور سے
کیا وقت خوش تھا داخلۂ اہلبیتؑ کا
جب واپس آئے شام سے اک وقت وہ بھی تھا
ٹوٹے دلوں میں یادِ شہیدانِ باوفا
پھرتی ہوئی نگاہوں میں رودادِ کربلا
نالے مدینے والوں کے ہمراہ اہلبیتؑ
وہ عرش تک پہنچتی ہوئی آہِ اہلبیتؑ

یہ برسبیل ذکر یہاں کر دیا گیا
ورنہ یہ دورِ فسق و مظالم تھا دوسرا
کچھ عہدِ جاہلیت اولیٰ کا ذکر تھا
اور کچھ رسولؐ پاک کی زحمت کا تذکرا
وہ شان صبر سرور ختمی مآبؐ کی
جانبازیاں وہ حیدرؑ عالی جناب کی
القصہ نخل سعی میں آنے لگے ثمر
ہونے لگی اشاعت اسلام بے خطر
گو کچھ لڑائیاں ہوئیں کفار سے مگر
آخر ہوئی پیمبرؐ اسلام کی ظفر
محنت علیؑ کی پشت پناہی رسولؐ کی
تائید پر تھا عون الٰہی رسولؐ کی
ترویجِ دینِ حق کا ہوا خوب انصرام
پھر حج آخری کو گئے قبلۂ انام
حج سے پلٹ رہے تھے شہ آسماں مقام
حکم خدا سے خم میں کیا آپ نے قیام
پیچھے جو رہ گئے تھے کس و ناکس آگئے
آگے جو بڑھ گئے تھے وہیں واپس آگئے

## ساقی نامہ

یہ وقت یہ جماؤ یہ میداں ہے ساقیا
یہ بزم مے یہ مجمعِ رنداں ہے ساقیا
ہر میگسار صاحب ایماں ہے ساقیا
سب کی مراد بادۂ عرفاں ہے ساقیا
قرآں سُبو ہے آیۂ بلّغ ہے جام مے
مالک تو میکدے کا ہے ہم تشنہ کام مے

تا چند بادہ کش رہیں خاموش منہ سیئے
جوں توں امیدوارِ کرم آج تک جیئے
ساقی ٹلیں گے اب نہ یہ میخوار بے پیئے
وہ مے پلا جو عرش سے آئی ترے لئے
کیا امتیاز آج صغیر و کبیر میں
حصہ ہے سب کا بادۂ خمِّ غدیر میں

ساقی نہ اپنی بزم سے رندوں کو تو اٹھا
خُم تو نظر کے سامنے ہے، اب سبو اٹھا
لے دیکھ جام لینے کو میں باوضو اٹھا
کیا دیر ہے اٹھا قدح مشک بو اٹھا
بھر بھر کے آج ساغرِ عیش دوام دے
جن کا سرور ہو ابدی ہاں وہ جام دے

اس مے سے ہے کسی کو اگر اجتناب بھی
وہ اپنا خونِ دل بھی پیئے اور شراب بھی
اس کے لئے ہیں اس کے جگر کے کباب بھی
ہم رند تو شراب بھی لیں گے ثواب بھی
ہے آرزو کہ چارۂ دردِ نہاں بھی ہو
مے کی جھلک میں جلوۂ باغ جناں بھی ہو

ساقی یہ وقتِ بادہ کشی ہے، ادھر تو دیکھ
میں ہوں نیا، نہ بزم نئی ہے ادھر تو دیکھ
میری تو لو تجھی سے لگی ہے، ادھر تو دیکھ
کافی مجھے نظر بھی تری ہے، ادھر تو دیکھ
اک بات ذوقِ بادہ میں سوجھی ہے دور کی
نظروں سے رکھ سبیل شراب طہور کی

پیتا رہوں میں جام پہ جام اس سبیل سے
ہر جام پر سرورِ ولائے علیؑ بڑھے
نکلیں کچھ آج تو دلِ میکش کے حوصلے
ارشاد بھی ہو کچھ مری تسکین کے لئے
آوازۂ ازل سے تو دل اب بھی مست ہے
لیکن پھر آرزوئے صدائے الست ہے

ساقی خدا کے فضل سے ختم الرسلؐ ہے تو
لیتے نہیں ملک بھی ترا نام بے وضو
نافذ ہے تیرا حکم زمانے میں سو بہ سو
ہے واجب العمل ترا ہر لفظِ گفتگو
تو جب کہے، علیؑ بھی ہیں مولا مری طرح
پھر کون ہے جو سمجھے نہ اولیٰ تری طرح

میں جانتا ہوں تیرے برادر بھی ہیں علیؑ
ہمراہ تیرے عرش بریں پر بھی ہیں علیؑ
ہجرت کی رات زینتِ بستر بھی ہیں علیؑ
یہ تیرے پاس بر سرِ منبر بھی ہیں علیؑ
ہاں ہاں کمالِ دیں کا یہ سب اہتمام ہے
آج ان کی جانشینی پہ نعمت تمام ہے

فرما چکے بحکم خداوندِ بے نیاز
اعلان جانشینیٔ حیدرؑ شہِ حجاز
پیر و جواں ہیں بیعت مولا سے سرفراز
پھر بھی نفاق و بغض کی رسّی رہی دراز
ہونٹوں پہ تہنیت ہے دلوں میں عناد ہے
ظاہر خلوص و لطف ہے باطن فساد ہے

خیر آگے ذکر اہلِ عداوت بھی آئے گا
اس وقت سنئے بیعت حیدرؑ کا تذکرہ
اک خیمہ رشکِ خیمۂ گردوں بپا ہوا
رونق فروز اس میں ہوئے شاہ اوصیا
آتے تھے جن و انس و ملک بہر تہنیت
قدموں پہ جھک گئے تھے فلک بہر تہنیت

جو حکم ہو خدا کا جو فرمودۂ نبیؐ
کیا وقعت اس کے آگے کسی اصطلاح کی
اجماع جس کو کہتے ہیں اچھا وہی سہی
لیکن زیادہ اس سے جماعت کہیں بھی تھی
کثرت سے ہر قبیلے کے افراد جمع تھے
پروانہ وار سب تھے علیؑ مثل شمع تھے

جب آگئے مدینے میں سردار انبیاؐ
لاحق حضور کو مرض الموت ہو گیا
قرطاس و خامہ سرور دیں نے طلب کیا
قرآن ہم کو بس ہے یہ اک شخص نے کہا
محرومِ حکم رہ گئی امت رسولؐ کی
یوں ہی غرض کہ ہو گئی رحلت رسولؐ کی

بس پھر تو کچھ نہ پوچھئے کیا کیا جفا ہوئی
چھینے حقوق فاطمہؑ و حضرت علیؑ
ڈھایا ستم، شہادت محسنؑ بھی ہو گئی
بنیاد کربلا کی سقیفہ میں ڈال دی
بعد نبیؐ جو خلق میں سردار دیں رہا
چھبیس سال تک وہی گوشہ نشیں رہا

یہ کیا غضب ہے دیدۂ دل دیکھتے ہیں کیا
در پر علیؑ کے جمع ہیں اصحاب بے وفا
رسّی ہے اور گردنِ سردار اولیا
خَلُّوا اَبَا الْحَسَنْ یہ ہے فریاد فاطمہؑ
لرزش میں آسمان نہیں یا زمیں نہیں
شرمندۂ عرق مگر ان کی جبیں نہیں

اکلوتی بیٹی تھی جو نبیؐ کی جہان میں
جس کا نظیر تھا نہ زمین آسمان میں
نازل ہوئی تھی آیت تطہیر شان میں
چھینا حق اس کا، آگ لگا دی مکان میں
جو لوٹ ہونے والی ہے اس کی بنا ہے یہ
تمہید خیمہ سوزئ کرب و بلا ہے یہ

از بسکہ ابتدا ہی تھی اسلام کی ابھی
خاموش صبر کرتے رہے حضرت علیؑ
خطرہ یہ تھا کہ جنگ جو اس وقت چھڑ گئی
برباد و رائگاں نہ ہو محنت رسولؐ کی
منصوبہ تھا یہ اصل میں اہل نفاق کا
قبضے میں آئے ملک حجاز و عراق کا

یہ صلح سے نہ ہو تو علیؑ سے وغا کریں
اپنے قدیم دین کا حق یوں ادا کریں
خود کو قیودِ دینِ مبیں سے رہا کریں
آزاد ہوں، پرانی روش پر چلا کریں
تھیں دونوں صورتیں شہ صفدر کے سامنے
مشکل تھی فاتحِ درِ خیبر کے سامنے

یعنی یہی کہ بہرِ خلافت وغا کریں
حق اپنا لے کے فرض ہدایت ادا کریں
یا یہ کہ صبر کر کے مظالم سہا کریں
اور اس طرح تحفظِ دینِ خدا کریں
شکل دوم کو فخر ملا انتخاب کا
اللہ رے حوصلہ شہ گردوں جناب کا

اس وقت گرم ہوتا جو ہنگامۂ وغا
ہو جاتا محو مقصد تبلیغ مصطفاؐ
اللہ ری دوربینیٔ سردارِ اولیا
صد ہا ستم اٹھائے مگر صبر ہی کیا
عاجز ہوئے علیؑ نہ تشدد نہ جبر سے
اسلام بچ گیا شہ صفدر کے صبر سے

ہوتی شکست دین کے لشکر کو یا ظفر
اسلام کے لئے تھا بہر حال اک خطر
حیلہ بنا کے جنگ کو اہل نفاق و شر
آجاتے اپنے شرک قدیمی کی راہ پر
ہوتیں اگر چہ دین کی خاطر لڑائیاں
ذاتی قرار دیتے وہ کافر لڑائیاں

حیدر کہ تھے بفضل خدا شیر ذوالجلال
کرتے تھے معرکوں میں ہزاروں سے جوجدال
کیاان کے حق کوچھین بھی سکتے تھے یہ شغال
یا سیدہؑ پہ در کے گرانے کی تھی مجال
تر آنسوؤں سے دیکھا مگر روئے فاطمہؑ
مجروح دیکھا صدمے سے پہلوئے فاطمہؑ

بی بی کہ تھی بقول نبیؐ بِضعَةُالرَّسولؐ
وہ اشرف زنانِ جہاں سیدہ بتولؑ
مادر حسنؑ حسینؑ کی زہرائے دل ملول
اس پر یہ ظلم شیر الٰہی کریں قبول
ان بدعتوں پہ صبر کرے کس کی تاب ہے
واللہ بس یہ حوصلۂ بوتراب ہے

یہ واقعات بعد نبیؐ کا ہے تذکرا
جاری رہا غرض یہ جفاؤں کا سلسلا
وہ بکر و عَمرو و زید وہ منصب امام کا
پھر بھی نہ حفظ شرع سے غافل تھے مرتضیٰؑ
بے نفسیوں کا ان کی ہے سکّہ جہان میں
لَوْلَاعَلِیٌّ کی اب بھی ہے آواز کان میں

جب ظاہری خلیفۂ برحق علیؑ ہوئے
مسند کی زیب و زین خدا کے ولی ہوئے
جاری ہدایت و عمل مرسلی ہوئے
احکام شرع از سرِ نو منجلی ہوئے
ظلمت جہاں تھی اس پہ مسلط ضیا ہوئی
ایمان کو توقّعِ آب بقا ہوئی

چشمے ہر ایک سمت ہدایت کے بہہ گئے
جاری ہوئے فیوض و عدالت کے سلسلے
لیکن جو بیج اہل عداوت نے بوئے تھے
روئیدہ ہو کے نخل بنے اور جواں ہوئے
بڑھتی گئیں مصیبتیں شاہ غیور کی
تا اینکہ پیش آئی شہادت حضورؐ کی

جنگ جمل کبھی، کبھی صفّین و نہرواں
زورِ مخالفت کبھی پنہاں کبھی عیاں
وہ فتنۂ خروجِ خوارج کہ الاماں
یوں گذرا سارا دورِ شہنشاہِ دوجہاں
ہر چند صرفِ کارِ ہدایت علیؑ رہے
لیکن نہ چین سے کبھی حق کے ولی رہے

فسق و فجور جور و جفا، بدعت و خطا
اب تک یہ سب تھا پردۂ اسلام میں چھپا
پس جب امیر شام خلاف حسنؑ اٹھا
کی آپ نے بھی صلح مثالِ حدیبیا
تھا بے محل مقابلہ مسلم کا جبر سے
مثل علیؑ حسنؑ نے لیا کام صبر سے

سازش سے جب امام حسنؑ ہوگئے شہید
اور کچھ ہی بعد ارثِ پدر پا گیا یزید
فرزند کیسے باپ کا اور کسقدر رشید
وہ سب قریب آیا جو تھا دین سے بعید
کس کس گنہ کا ذکر ہو کس کس قصور کا
باقی نہ رہ گیا کوئی شعبہ فجور کا

جب تخت شام پر متمکن ہوا یزید
فاسق، شرابخوار، شقی، بے حیا، پلید
یوں والی مدینہ کو لکّھا کہ اے ولید
اب یا تو ابن حیدرؑ صفدر کو کر شہید
یا یہ نہ ہو تو لے مری بیعت حسینؑ سے
بیٹھوں میں تا کہ تخت حکومت پہ چین سے

مسجد میں شاہ جلوہ فزا تھے بہ احتشام
عبد اللہ زبیر تھے اور حضرتِ امام
جب قاصدِ ولید نے آکر دیا پیام
چلئے حضور دار امارہ میں کچھ ہے کام
قاصد کو پھیرا خسروِ عالم پناہ نے
اچھا چلو، میں آؤں گا، فرمایا شاہ نے

تشریف لائے دار امارہ میں شاہ دیں
در تک رفیق آئے مگر سب رہے وہیں
شہ نے کہا ولید سے بیعت یہ کچھ نہیں
بہتر ہے کل کا دن کہ ہو اجماع مسلمیں
موقع مجھے بھی کچھ ملے فکر و خیال کا
اور سوچ کر جواب دوں تیرے سوال کا

ارشاد شہ ولید نے تسلیم کر لیا
آہستہ لیکن اس سے یہ مروان نے کہا
ایسا محل کبھی نہ ترے ہاتھ آئے گا
قابو میں پھر نہ آئیں گے سلطانِ اتقیا
یا شاہِ دیں سے لے ابھی بیعت یزید کی
یا جان لے ابھی تو حسینؑ سعید کی

یہ سن کے غیظ سرور عالم کو آگیا
فرمایا شہ نے سنتا ہے مروان بے حیا
تو ہو کہ ہو ولید یہ کس کا ہے حوصلا
جو تن سے کاٹ لے سر فرزند مصطفاؐ
یہ سن کے تیغ کھینچی رفیقانِ شاہ نے
سمجھا کے روکا سرورِ گیتی پناہ نے

پلٹے وہاں سے گھر کو امام فلک اساس
لیکن کمال فکر و تردد سے تھے اداس
تسکین کے لئے گئے قبر نبیؐ کے پاس
طاعت میں گذری وہ شب سلطان حق شناس
طاری تھی فکر اب بھی جو قلب ملول پر
شب دوسری بھی گذری مزار رسولؐ پر

پڑھ کر نماز ہاتھ اٹھائے پئے دعا
درگاہِ حق میں کی یہ بصد عجز التجا
واقف ہے تو جو امر مجھے پیش آ گیا
اپنی خوشی، رسولؐ کی مرضی مجھے بتا
تا عرش ادھر امام مبیں کی دعا گئی
شہ کو ادھر قریب سحر نیند آ گئی

تشریف لائے خواب میں سلطان دوسرا
ہمراہ اور بھی تھے اولوالعزم انبیا
کی عرض شاہ نے، مرے نانا پئے خدا
اب اپنے پاس سے نہ مجھے کیجئے جدا
مطلوب ہے نہ عیش نہ راحت میں زندگی
میں کاٹ دوں گا گوشۂ عزلت میں زندگی

سینے سے اپنے شہ کو لگا کر رسولؐ حق
کہنے لگے مجھے بھی جدائی کا ہے قلق
فرزند کیا کہوں کہ مرا دل ہے غم سے شق
لیکن سفر ہی کر سوئے صحرائے لق و دق
جا کربلا کی سمت یہ مرضی خدا کی ہے
ساعت قریب حملِ جفا و بلا کی ہے

بے دینی و فجور کا یہ عہد دوسرا
تھا عہد جاہلیتِ اولیٰ سے بھی سوا
جاری تھی شہر شہر میں بے خوف و بے ریا
اعلان سے مخالفت شرعِ مصطفاؐ
جرأت بڑھی ہوئی تھی ظلوم و جہول کی
برباد ہو رہی تھی ریاضت رسولؐ کی

عادت سی سب کو ہو گئی فسق و گناہ کی
تعلیم بھولے لوگ رسالت پناہ کی
مسدود ہر ترقئ ایماں کی راہ کی
برباد حرمتیں ہوئیں دینِ اللہ کی
یکساں ہوئے بہائم و انساں جہان میں
باقی تھے چند صاحبِ ایماں جہان میں

مستولی زمانہ ہوئی ظلمت فجور
گم ہو گیا چراغِ ہدایت کا جس میں نور
تاریکیوں کا دور تھا عالم میں دور دور
اب وقت تھا کہ مصلح و ہادی کا ہو ظہور
مامور تھے حسینؑ اسی عہد کے لئے
تھی زندگی ہی آپ کی اس جہد کے لئے

وہ تیرگئ کفر و ضلالت کہ الاماں
چھائی ہوئی تھیں فسق و مظالم کی بدلیاں
دیکھا زمانے میں جو یہ اندھیر کا سماں
قدرت نے آفتاب ہدایت کیا عیاں
شمس الضحیٰ کو راہِ رضا آسماں ہوئی
کرب و بلا کو شہ کی سواری رواں ہوئی

ہمراہ اقربا بھی تھے اہل و عیال بھی
دل میں فراقِ تربتِ جد کا ملال بھی
پیشِ نظر حیات و اجل کا سوال بھی
احیائے دینِ حق کا مسلسل خیال بھی
وہ علم میں سفر کا نتیجہ کھلا ہوا
اور پھر بھی رہروی پہ مسافر تلا ہوا

انجام اپنا آپ کو معلوم تھا مگر
سوچے یہ اپنے دل میں شہنشاہ بحر و بر
ایسا نہ ہو کہے کوئی اپنے مقام پر
خود مول لی حسینؑ نے یہ جنگ جان کر
اس طور پر کہیں مرا مقصد نہ فوت ہو
ہر چند پھر مآل وہی میری موت ہو

اس واسطے مفر وہ کیا شہ نے اختیار
امکان ہی وغا کا نہ ہو جس میں زینہار
یعنی رواں ہوئے طرف بیت کردگار
ظاہر ہے وہ جو خانۂ کعبہ کا ہے وقار
جنگ و جدل یہاں ہو یہ حکم خدا نہیں
پشّے کا بھی تو خون بہانا روا نہیں

مکے میں آگئے جو امامِ فلک وقار
دیکھا یہاں بھی اپنے لئے تیرہ روزگار
یعنی بنا کے حاجیوں کی شان بدشعار
آئے ہیں بہرِ قتل شہنشاہ نامدار
عمرے سے حج کو بدلا شہِ خاص و عام نے
قصدِ عراق کر دیا فوراً امام نے

حتی کہ قطع و طیّ مراحل کے بعد اب
ہیں منزل شراف پہ شاہنشہہ عرب
مسلمؑ پہ جو گذر گئی معلوم ہے وہ سب
قلب حزیں ہے اور یہ صدمہ ہے یہ تعب
ناگاہ دیکھا آتے ہوئے حرؑ کی فوج کو
گوشِ فرس کی طرح سے نیزوں کی اوج کو

القصہ حرؑ کی فوج بھی منزل پہ آگئی
لیکن سپاہ والوں کو تھی حد کی تشنگی
ایثار کی یہ شان بھی دیکھی گئی کبھی
پانی پلایا سب کو بجھی پیاس فوج کی
بچے ہیں ساتھ اور کمی آب راہ میں
وسواس یہ ذرا بھی نہ تھا قلب شاہ میں

دیکھو یہ فیض فطرت سردار کائنات
پاتی ہے فوج پیاس کی تکلیف سے نجات
اک وقت کی یہ بات تھی اک وقت کی وہ بات
دشوار تشنگی سے تھی خود شاہ کی حیات
لہریں فرات لیتی تھی آنکھوں کے سامنے
پانی مگر نہ پایا ہمارے امام نے

چلنے لگے یہاں سے جو سلطانِ دیں پناہ
نکلا حرؑ اور آکے ہوا شہ کا سدّ راہ
کچھ گفتگو کے بعد یہ بولے تب اس سے شاہ
کوفے کو میں نہ جاؤں گا اے حرؑ خدا گواہ
خیر اپنی اصل راہ کو بھی چھوڑتا ہوں میں
باگ ایک راہِ نو کی طرف موڑتا ہوں میں

اب شاہ عرش جاہ تھے اور راہِ نینوا
اک روز چلتے چلتے فرس شہ کا رک گیا
رہوار بدلے پھر بھی نہ آگے کوئی بڑھا
لوگوں سے جب سنا کہ یہ ہے ارض کربلا
اترے یہ کہہ کے منزل مقصود ہے یہی
اِجراگہِ مشیت معبود ہے یہی

وارد جو کربلا میں امام زماں ہوئے
جلوے خدا کے نور کے ہر سو عیاں ہوئے
طبقے زمیں کے رشک دہِ آسماں ہوئے
ذرّات ارض غیرتِ سیّارگاں ہوئے
جو چیز سطح خاک پہ تھی ضوفشاں ہوئی
ذروں کو لے کے گرد اڑی کہکشاں ہوئی

اللہ رے فیض نورِ شہِ آسماں پناہ
مانند تارہائے زری بن گئی گیاہ
نسبت سے قد کی پھول کوئی نجم کوئی ماہ
نخلوں پہ نخل وادیٔ ایمن کا اشتباہ
جو غش ہوئے ضیائے سرِ طور دیکھ کر
وہ بھی پڑھیں درود یہاں نور دیکھ کر

دیکھا جو سارے دشت میں یہ نور کا سماں
شرما کے منہ چھپانے لگا مہرِ آسماں
سرخی مگر تھی عارضِ خورشید سے عیاں
رفتار وہ عجیب جسے کہئے خونچکاں
مانند گردِ راہ شفق رہتی جاتی تھی
ندّی سی خون کی پسِ پا بہتی جاتی تھی

پھیلی ہوئی افق میں شفق تھی جو لالہ گوں
رنگِ حیائے مہر کا پرتو اسے کہوں
یا سوچ میں مآل کے سورج تھا سرنگوں
اور بہ رہی تھی آنکھوں سے یہ جوئے اشکِ خوں
تصویر تھی مصیبت و حزن و ملال کی
یعنی بہے گی نہر یوں ہی خونِ آل کی

خورشید منہ چھپانے چلا غرب میں ادھر
ساحل پہ آفتابِ امامت تھا جلوہ گر
اصحاب گرد پیچ میں سلطانِ بحر و بر
ناگاہ آئی دشت میں کچھ فوجِ اہل شر
آئی حضوریٔ شہ گردوں رکاب میں
کی گفتگو خیامِ لگانے کے باب میں

جب منزل شراف سے آگے بڑھے تھے شاہ
ہمراہ آپؑ کے تھی رواں حرؑ کی بھی سپاہ
تجویز شہ نے کی لب دریا جو خیمہ گاہ
حرؑ نے کیا تعرضِ سلطانِ دیں پناہ
روکی تھی جس نے راہ یہی وہ غیور تھا
یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا

القصّہ حر نے سرورعالم سے یہ کہا
خیمے حضور کے لبِ دریا نہ ہوں بپا
ردّ و بدل میں طول زیادہ جو ہو گیا
غصّے میں آئے شہ کے رفیقان با وفا
عباسؑ ابن ضیغم رب تھا جلال میں
زینبؑ کو اضطراب تھا فکر مآل میں

سمجھا کے سب کو کہنے لگے شاہِ کائنات
ایسی اہم تو اے مرے شیرو نہیں یہ بات
موسم ہے گرم، بچے بھی ہیں قافلے کے سات
اس واسطے ہوا تھا سوئے نہر التفات
خیر اب یہی بپا کریں خیمے فرات پر
کیا فائدہ کہ جنگ ہو اتنی سی بات پر

پانی کے واسطے نہ لڑو بہر کبریا
ریتی پہ اہلبیتؑ کے خیمے کرو بپا
ہر جا معین اہل توکل کا ہے خدا
جو ہے مشیت اس کی وہی پیش آئے گا
قدرت محیط اس کی ہے کل کائنات پر
ویسی ہی ریت پر بھی ہے جیسی فرات پر

گھٹ گھٹ کے دل میں رہ گئے اصحاب شاہِ دیں
برپا کئے خیام جہاں حکم تھا، وہیں
سیرابیوں سے دور ہوئے، پیاس سے قریں
یہ مبتدا ہے اور خبر اس کی ساتویں
سامان ہے یہ تشنہ دہانی کے واسطے
ترسیں گے تین روز یہ پانی کے واسطے

دریا سے دور ریت پہ ہیں خیمہ ہائے شاہ
اور اس طرف سپاہ پہ آنے لگی سپاہ
لو ساتویں بھی ماہ محرم کی آئی آہ
افواج سے چھلکتا ہے میدان رزم گاہ
پانی ہے بند سرور قدسی صفات پر
پہرہ مزاحمت کے لئے ہے فرات پر

تھے جو قشونِ کوفہ و شام و رے و حجاز
سالار سب کا تھا عمر سعد بد نہاد
اور اس طرف جو چند مجاہد تھے پاک باز
سردار و حاکم ان کے تھے شبیرؑ سرفراز
آمادۂ وغا نہ کہا جائے بعد کو
شہ نے پیامِ صلح دیا ابن سعد کو

گفت و شنید صلح ہوئی بین عسکرین
مابین ابن سعد و شہنشاہ مشرقین
نرمی کے ساتھ اس سے یہ کہنے لگے حسینؑ
تو جانتا ہے میں ہوں پیمبرؐ کا نور عین
ہادی بحق بھی اہل جہاں کا امام بھی
شاہد ہے اس شرف پہ خدا کا کلام بھی

بہتر ہے قبل اس کے کہ ہو جاؤں میں شہید
اے ابن سعد چل مجھے لیکر سوئے یزید
یا کہہ تو اختیار کروں میں رہِ بعید
فرضی بھی پھر تو کوئی نہ رہ جائے گا عنید
طالب نہ مال کا ہوں نہ ملک یزید کا
حافظ ہوں صرف دینِ خدائے مجید کا

میرے خیال و قصد سے ہے تجھ کو آگہی
پھر کیوں یہ عزمِ جنگ ہے، یہ کیسی گم رہی
کیا فائدہ جو خون کی ندی یہاں بہی
لڑنا ہی ناگزیر اگر ہے تو یوں سہی
تنہا فقط یزید سے اور مجھ سے جنگ ہو
مخلوق پر تو عرصۂ ہستی نہ تنگ ہو

باتیں لکھیں عمر نے یہ ابن زیاد کو
درخواست کی کہ تم کو جو منظور ہو لکھو
آیا جواب فوج کو فرمانِ جنگ دو
تم کو جو پیش و پس ہو تو سردار شمر ہو
شہ نے سنی یہ بات جو اس بدصفات کی
مہلت سپاہِ شام سے لی ایک رات کی

جب سوئے غرب زورق نیّر رواں ہوئی
شام نہم فضائے جہاں میں عیاں ہوئی
ظاہر نجوم چرخ ہوئے، کہکشاں ہوئی
مغرب کی لشکر شہ دیں میں اذاں ہوئی
اصحاب میں جو ذکر خدائے ودود تھا
لب پر مسبّحانِ فلک کے درود تھا

بے فکر و بے تردد و بے خوف و بے ہراس
باندھی گئیں صفیں عقب شاہ حق شناس
بالکل مصلیوں کو نہیں کوئی بیم و یاس
آگے امام ہیں تو بڑھی ہے دلوں کو آس
کل خاتمہ ہے آج کی فرصت ہے آخری
مغرب کی یہ نماز جماعت ہے آخری

فارغ ہوئے فریضے سے جب قبلۂ انام
بولے نمازیوں سے شہ عرش احتشام
قسمت میں میری اب نہیں دنیا کی کوئی شام
کل وقتِ عصر خلد میں ہوگا مرا مقام
دل چاہتا ہے طاعتِ حق رات بھر کروں
یاد خدا میں یہ شب آخر بسر کروں

پھر یوں ہوا خطاب شہنشاہ کائنات
سن لو بغور میرے رفیقان پاک ذات
میں تو تمام کر ہی چکا ہوں رہِ حیات
تم کیوں نہ ان بلاؤں سے حاصل کرو نجات
میں ہوں شہید مرضیٔ ربّ علا یہ ہے
ہوگا وفا کہ وعدۂ طفلی مرا یہ ہے

ایسے میں جبکہ رات کی ظلمت ہے پردہ دار
تم سب طریقِ امن کرو کیوں نہ اختیار
ہر چند ہے چہار طرف فوج بے شمار
پھر بھی تو بچ نکلنے کی ہیں صورتیں ہزار
مانع ہو پائے بندئی بیعت اگر تمہیں
یہ قید بھی اٹھائی مبارک سفر تمہیں

خطبہ یہ سن کے ہو گیا کہرام سا بپا
تلواریں تول تول کے ہر ایک نے کہا
روحی فداک شرطِ غلامی یہی ہے کیا
اس وقت بد میں چھوڑ دیں دامن حضور کا
سو بار بھی جو زندہ کئے جائیں مار کے
ہر بار فدیہ ہوں گے شہِ نامدار کے

سن کر یہ گفتگوئے رفیقان با وفا
شہ بولے تم کو اجر کرامت کرے خدا
لاریب ہے یہ جوشِ مودت کی انتہا
اچھا خوشی سے اجرِ رسالت کرو ادا
مبنی بخیر نصرت دیں کی امنگ ہے
آغاز صبح سے حق و باطل کی جنگ ہے

صبحِ دہم جو دشت بلا میں عیاں ہوئی
شب لے کے اپنی فوج کو اک بپ رواں ہوئی
روشن فضائے حیز کون و مکاں ہوئی
لشکر میں شاہِ دیں کے سحر کی اذاں ہوئی
تکبیر کی بلند صدا دور تک گئی
ذکر حدود ارض تو کیا تا فلک گئی

بہر نماز ادھر کیا اصحاب نے قیام
صف بستہ اس طرف ہوئیں افواج روم وشام
جوں ہی مصلیوں کی نمازیں ہوئیں تمام
ناوک ادھر سے لانے لگے جنگ کا پیام
خیموں کے پاس تیر جو دیکھے پڑے ہوئے
انصارِ شاہ بہر وغا اٹھ کھڑے ہوئے

ہتھیار سج کے آئے مجاہد حضور شاہ
تیار حکم شہ سے ہوئی مختصر سپاہ
مصروف اہتمام تھے سلطان دیں پناہ
ناگاہ سامنے سے اٹھا کچھ غبار راہ
گرد آئی پاس، چند سوار اب نظر پڑے
لیکن یہاں وہ سب فرسوں سے اتر پڑے

غصّے میں آ کے حضرتِ عباسؑ نے کہا
کیوں بڑھ کے آ گئے ہو تمہاری غرض ہے کیا
آگے جو اک جوان تھا بولا بہ التجا
میں اے حضور حر ہوں، گناہوں میں مبتلا
آیا ہوں آرزوئے سعادت لئے ہوئے
شرمِ گناہ و خوف قیامت لئے ہوئے

آگے بڑھے یہ سنتے ہی عباسؑ ذی وقار
پہونچے جو پاس حر نے کہا ہو کے شرمسار
آگاہ ہیں حضور کہ میں ہوں گناہگار
مطلوب ہے حضورئی شبیرؑ نامدار
ہر چند میرے جرم نہایت عظیم ہیں
آقا مگر کریم ہیں ابن کریم ہیں

عباسؑ لائے حرؒ کو حضورِ امامِ دیں
آیا وہ ہاتھ باندھے ہوئے نادم و حزیں
کی عرض کر کے خم قدم شاہ پر جبیں
میرے گناہ عفو کے قابل ہیں یا نہیں
اب زندگی عذاب ہے وہ غم ہے ہر نفس
احساسِ جرم ہے کہ جہنم ہے ہر نفس

میں ہوں وہ بدنصیب و بداعمال و روسیاہ
جو چند روز پہلے ہوا شہ کا سدِّ راہ
یہ ہاتھ شل ہوں، تھے جو لجام فرس پہ آہ
ہے قابل سزائے جہنم یہی گناہ
قہرِ خدا ہے جرم دوم اس غلام کا
گرمی میں نہر پر سے ہٹانا خیام کا

مولا بنی ہے آپ کے مجرم کی جان پر
غیرت سے عذر بھی نہیں آتا زبان پر
رحم آپ کا محیط ہے سارے جہان پر
قربان حرؒ کی جان، رحیمی کی شان پر
منصب نہ ملک و جاہ نہ زر چاہتا ہوں میں
بس آپ کے کرم کی نظر چاہتا ہوں میں

عاجز نواز آپ، میں عاجز گناہگار
لِللہ رحم کیجئے یا شاہ نامدار
ہے آستان عفو پہ حاضر قصوروار
لطف و کرم تو آپ کے کنبے کا ہے شعار
رحمت لقب نبیؐ کے جگر بند آپ ہیں
مشکل کشائے خلق کے فرزند آپ ہیں

مضطر جو پایا حرؑ کو شہ خاص و عام نے
سر اس کا پاؤں پر سے اٹھایا امام نے
پائی ضیائے مہر امامت جو سامنے
پھر سر جھکا لیا حرؑ عالی مقام نے
یا چوندھیائی رخ کی تجلّی سے حرؑ کی آنکھ
یا جھک گئی تصور ماضی سے حرؑ کی آنکھ

دیکھو ذرا یہ وسعت دامان عفو شاہ
ملتی ہے کس کو سایۂ الطاف میں پناہ
مجرم کہ جس کا قابل بخشش نہ تھا گناہ
جس کی خطا سے حال یہاں تک ہوا تباہ
جس کے سبب سے آئے ادھر باگ پھیر کے
جس نے پھنسا دیا ہے بلاؤں میں گھیر کے

ہے دستگیر لطف شہنشاہ کائنات
حر پا رہا ہے قعر جہنم سے اب نجات
فرماتے ہیں بدیدۂ نم شاہ خوش صفات
مایوس کیوں ہے اس قدر اے حر نیک ذات
غفّار ہے ضرور کرے گا خدا معاف
لے، میں خوشی سے کرتا ہوں تیری خطا معاف

اللہ ری خوش نصیبیٔ حرؑ وفا شعار
یعنی ابھی ابھی تھا یہی مستحقِ نار
دم بھر میں پایا خوبیٔ قسمت سے یہ وقار
رضواں ہے اب تو مقدم حرؑ کا امید وار
بس اک نفس کا فاصلہ تھا نیک و زشت میں
لی حر نے سانس دوسری باغِ بہشت میں

بشاش ہو کے حر نے یہ کی شہ سے التجا
سب کچھ ملا جو عفو کا فرمان مل گیا
مولا بس اب اجازت میداں بھی ہو عطا
ہے آرزو کہ حق غلامی کروں ادا
منظور عرض عبد وفا کوش کیجئے
سر بار تن ہے اس سے سبکدوش کیجئے

سن کر کلام حرؑ کا یہ بولے شہ امم
اے دوست شرمسار بہت ہو رہے ہیں ہم
تو میہماں ہے کچھ تو تواضع ہو بیش و کم
اک جام آب بھی نہیں لیکن یہاں بہم
خود نقد جاں تو دیتا ہے یہ الٹی بات ہے
اے حر یہ بار سر نہیں جنس حیات ہے

آئے ہوئے یہاں تجھے گذری ہے کتنی دیر
کچھ، آ، ٹھہر، ابھی تو احبّا سے منھ نہ پھیر
بھایا نہ قرب غمزدگاں تجھ کو اے دلیر
جنت کے شوق میں ہوا دل زندگی سے سیر
اول تو جان بیش بہا ایک چیز ہے
پھر تیرا دم تو حرؑ مجھے از حد عزیز ہے

حرؑ نے یہ سن کے سرور خادم نواز سے
سر پائے شاہ دیں پہ جھکایا نیاز سے
کی عرض رو کے سبط رسولؐ حجاز سے
ہے آگہی حضور کو ہر دل کے راز سے
یارا نہیں کہ دیکھوں مصیبت امامؑ کی
اس بیکسی پہ جان فدا ہو غلام کی

بے آب سب تڑپتے ہوں بچے جناب کے
کمہلاتے ہیں نہال رسالت مآبؐ کے
اٹھتے ہیں اب خیام سے شور اضطراب کے
کھٹکے حقیر کو بھی ہیں یوم حساب کے
اولادِ مرتضٰی کی گذر جائے، میں جیوں؟
آلِ رسولؐ پیاس سے مرجائے میں جیوں؟

## بقیہ............اقبال جرم اور احساس اسیری

آج شکار کا انتظار طویل ہوتا جارہا ہے۔ بھوک پیٹ میں قیامتیں اُٹھا رہی ہے جی بگڑ رہا ہے نہ جانے قدرت کو کیا منظور ہے۔ اچانک 'میں' نے محسوس کیا کہ میری جسم وجاں میں حیرت انگیز تبدیلی ہورہی ہے۔ بال و پر ناپید ہوتے جارہے ہیں اور چونچ سمٹتی جارہی ہے۔ ایک دم ایسا ہوا کہ میرا سراپہ ایک انسانی قالب میں ڈھل گیا۔

عریانیات کسے بھلی لگتی ہے لہٰذا میں نے بھی جسم کو ڈھانپنے کی سعی کی۔ چوڑا پائجامہ، لمبا کرتا، اچکن اور سر پر ٹوپی مجھے اپنی فطرت کے مطابق لگے سو میں نے پہن لئے۔ درخت سے اتر کر میں انسانوں کے معاشرہ میں مٹر گشتی کرنے لگا مگر بلندی پر رہنے کا خیال بار بار مجھے منقلب کررہا تھا۔ انسانوں کے ہجوم کے درمیان مجھے ایک قدرے بلند جگہ دکھائی دی اور 'میں' ایک ہی جست میں وہاں جا بیٹھا۔ 'میں' نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دی اور محسوس کیا کہ میری پیلی چونچ میں بھی شاید وہ دھار نہیں تھی جو اب میری زبان میں ہے۔

وہ دن اور آج کا دن میں لگاتار اسی بلند مقام پر بیٹھا ہوا ہوں اور شکار پہ شکار کررہا ہوں۔ میری چونچ کی کھرونچیں محراب مسجد پر اور مقدس علماء کے عماموں پر آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں مگر شائد کوئی دیکھنا ہی نہیں چاہتا۔ واہ واہ کی صداؤں نے شاید لوگوں کو موقع ہی نہیں دیا کہ وہ سمجھ سکیں کہ 'میں' برگد کے پُرانے درخت پر بیٹھا ہوا وہی 'بوڑھا گدھ' ہوں جس کی گول گول آنکھیں ہمیشہ ہی شکار کی تلاش میں رہتی ہیں۔

### "احساسِ اسیری"

اک خلش، اک چبھن
دل کو کئے ہے بے چین
میں تڑپتا ہی رہا
نرم ہواؤں کے لئے
کھڑکیاں کھول دو
کمرے کی اندھیرا ہے بہت
کھڑکیاں کھولنا ممکن نہیں
تو اہلِ صفا
توڑ ڈالو درو دیوار
تردّد کیا ہے
جان لوحق کے تعارف کے لئے
اک سویرہ ہے، بہت ایک سویرہ ہے بہت

❀❀❀